اَللّٰہُ اَکْبَر

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

ٹیلیفون نمبر ۹۱

الفضل قادیان

خطبہ نمبر

ایڈیٹر غلام نبی

شرح چندہ پیشگی — سالانہ — ششماہی — سہ ماہی — بیرون ہندوستان سالانہ

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN.

جلد ۲۶	۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ	یوم جمعہ	مطابق ۱۰ جون ۱۹۳۸ء	نمبر ۱۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ جمعہ

مومن ہر حالت میں منعم علیہ گروہ میں شامل ہوتا ہے

منعم علیہ گروہ وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کو دنیا میں جاری کرتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۳ جون ۱۹۳۸ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن کو ایک ایسی دعا سکھلائی ہے۔ جو کئی معنوں میں اپنی جلوہ گری کرتی۔ اور قرآن کریم کے مطالب کی وسعت پر دلالت کرتی ہے وہ دعا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ. کہ اے ہمارے رب تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام نازل کیا۔ ادھر تو یہ دعا سکھائی گئی ہے دوسری طرف قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ

مومن کی دعا رد نہیں کی جاتی

چنانچہ سورۂ بقرہ میں جہاں روزوں کے فرض کرنے کا ذکر ہے وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے روزے فرض کئے ہیں تاکہ تم میں کامل تقویٰ پیدا ہو۔ یہ روزے خدا تعالیٰ کے اس عہد کا نشان ہیں۔ جو قرآن کریم کے نزول کے ذریعہ سے اس نے دنیا سے باندھا ہے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ کے عہد کا نشان ختنہ تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کا نشان رمضان کے روزے ہیں۔ اور امت محمدیہ ان دونوں عہدوں کی وارث بنائی گئی ہے اور اس میں ختنہ ابراہیمی عہد کے اجراء کی علامت ہے۔ اور رمضان کے روزے محمدی عہد کے اجراء کی علامت ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر عبادت کا ایک بدلہ ہے۔ اور روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔ اس عہد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پس تم کو چاہئے۔ کہ اس عہد کو پورا کرو۔ اور ہمیشہ اس عہد ... کی یاد میں اللہ تعالیٰ کی تکبیر بلند کرتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد ہونے کا ثبوت دو۔

پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ ع ۲۳) اور جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت سوال کریں۔ تو انہیں کہدے کہ میں جس نے تم سے یہ نیا عہد باندھا ہے۔ تمہارے قریب ہی ہوں۔

اس عہد کے اندر آتے ہوئے ہر شخص کی جب وہ مجھے پکارے دعا کو میں سنتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ وہ بھی میرے اس عہد میں کامل طور پر داخل ہوں۔ اور میری امداد پر یقین رکھیں۔ تاکہ انہیں رشد و ہدایت کا راستہ مل جائے اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ جو بھی الٰہی عہد کے تابع ہو کر دعا کرتا ہے۔ یا یوں کہو کہ قرآنی اصطلاح کے مطابق مومن کامل یا عبد ہو کر دعا کرتا ہے اس کی دعا ضرور سنی جاتی ہے۔ اور کبھی ضائع نہیں جاتی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوٓء (النمل ع ۵) یاد مجھے یہ تو بتاؤ کہ) وہ کون ہستی ہے جو سب طرف سے مایوس ہو کر دعا کرنے والے کی طرف جھکتی ہے اور اس کی مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔ یعنی ایسی ہستی اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ مضطر ہوتے ہیں۔ ان کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں۔ خواہ عیسائی ہوں۔ خواہ سکھ ہوں۔ خواہ پارسی ہوں۔ اور خواہ دنیا کے کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں جب کبھی اضطرار کے ساتھ وہ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالےٰ ان کی دعا کو سن لیتا ہے۔ وجہ یہ کہ ان کی وہ حالت بھی درحقیقت ایمان کی حالت ہوتی ہے۔ کیونکہ

ایک مومن اور غیر مومن میں فرق

یہی ہے کہ مومن خدا تعالےٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اور غیر مومن خدا تعالےٰ پر کامل ایمان نہیں رکھتا۔ ورنہ تھوڑا بہت ایمان ہر شخص میں پایا جاتا ہے۔ حتےٰ کہ ایک دہریہ کے دل میں بھی ہوتا ہے چنانچہ دہریہ بھی کسی نہ کسی بالا طاقت کا ضرور اقرار کرتا ہے۔ پس اگر ایک مومن اور غیر مومن میں فرق ہے تو یہی کہ مومن خدا تعالےٰ کو ایسی صورت میں دیکھتا ہے۔ جس کے بعد اسے کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اور غیر مومن اسے ایسی صورت میں دیکھتا ہے۔ جس کے ساتھ بہت سے شکوک وابستہ ہوتے ہیں۔ ورنہ تھوڑا بہت ایمان ہر ایک میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جب کافر پر بھی حالت اضطرار آتی ہے۔ تو اس کا وہ شک جو خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق اس کے دل میں پایا جاتا ہے۔ وقتی طور پر دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اضطرار کی مثال آگ کی سی ہے۔ جس طرح آگ میں اگر تنکے ڈالے جائیں۔ تو وہ جل جاتے ہیں۔ لکڑی ڈالی جائے۔ تو وہ بھسم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

اضطرار کی آگ

شکوک و شبہات کے خس و خاشاک کو بالکل جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک غیر مومن کے دل میں اسی وقت اضطرار پیدا ہوتا ہے۔ جب اس کے دیوی دیوتا اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ جب اس کے اپنے گھڑے ہوئے خدا اسے بالکل ناکارہ اور بیکار نظر آتے ہیں۔ جب اس کے اپنے اختیار کئے ہوئے عقائد اسے غیر مکتفی دکھائی دیتے ہیں۔ اور جبکہ ساری دنیا سے نگاہیں ہٹ کر صرف ایک خدا کی ذات اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اور وہ گڑگڑاتے اور روتے ہوئے خدا تعالےٰ کے سامنے یہ کہہ کر گر جاتا ہے۔ کہ اے خدا میری مدد کر۔ جب یہ کیفیت کسی شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو عارضی طور پر وہ اس وقت مومن ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ تو غیر مومن کے لئے

مضطر کی شرط

ہے۔ مگر مومن کے لئے محض الداع ہونے کی شرط ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ اس پر اضطرار کی حالت وارد ہو یا نہ ہو۔ اور وہ ہلاکت کے قریب پہونچے یا نہ پہونچے اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو سن لیتا ہے۔ تو اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں مومن کی دعا کی طرف اشارہ ہے۔ اور امّن یجیب المضطر میں مومن اور کافر سب کی دعا کی طرف اشارہ ہے۔ اب جو خدا کافر اور مومن دونوں کی دعائیں سننے والا ہے۔ کافر کی اس وقت جب وہ مضطر ہو کر بمنزلہ مومن ہو جاتا ہے۔ اور مومن کی اس وقت جب وہ شرعی قواعد کے مطابق خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ جیسا کہ الداع کے لفظ میں ال کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ خود مومنوں کو ایک دعا سکھائے۔ اور پھر اسے رد کر دے۔ اب یہ جو فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ خدایا ہمیں سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راہ جو منعم علیہم ہیں۔ اور جن پر تیری نعمتیں نازل ہوئیں۔ اس سے دو باتیں نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ

اللہ تعالےٰ ہر مومن کو منعم علیہ بنانا چاہتا ہے

اپنے اپنے درجہ اور مقام کے مطابق کسی کو زیادہ اور کسی کو کم۔ جیسے سکولوں میں انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ تو جماعت کے فرق کے لحاظ سے کسی کو تھوڑا انعام ملتا ہے۔ اور کسی کو بہت۔ جو پرائمری میں اول رہتا ہے۔ اسے بھی انعام ملتا ہے جو مڈل میں اول رہتا ہے اسے بھی انعام ملتا ہے اور جو انٹرنس کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اول نکلتا ہے اسے بھی انعام کے طور پر وظیفہ ملتا ہے۔ اور ایف۔ اے اور بی۔ اے میں اول رہنے والوں کو بھی وظائف ملتے ہیں۔ مگر سارے وظائف ایک مقدار کے نہیں ہوتے پرائمری میں اول رہنے والے یا ضلع بھر میں اول نکلنے والے کو جو وظیفہ ملتا ہے۔ وہ پانچ سات روپے کا ہوتا ہے۔ اور انعام میں اسے جو چیزیں ملتی ہیں وہ بھی دو چار روپے کی ہوتی ہیں۔ لیکن انٹرنس کے امتحان میں تمام یونیورسٹی میں اول رہنے والے کو بیس پچیس بلکہ تیس روپیہ تک کا وظیفہ مل جاتا ہے۔ اور ایف۔ اے اور بی۔ اے میں جو اول نکلتے ہیں۔ انہیں تو اس سے بھی زیادہ وظیفہ اور انعام ملتا ہے تو گو

منعم علیہ سارے ہی ہیں

اس پر بھی انعام ہوا۔ جو پرائمری میں اول رہا۔ اور اسے بھی انعام ملا جو بی۔ اے میں اول رہا۔ مگر انعاموں میں فرق ہے۔ ایک کو اعلےٰ درجے کا انعام ملا۔ اور ایک کو کم درجے کا۔

تو ایک بات اس دعا میں یہ بتائی گئی ہے۔ کہ جو مومن ہوگا۔ وہ ضرور منعم علیہ ہوگا۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو یہ دُعا کبھی نہ سکھائی جاتی۔

دوسری بات جس کا اس جگہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اس جگہ

منعم علیہ کے لفظ سے دُنیا کے عام انعام مراد نہیں

اول تو اس لئے کہ وہ ہر ایک کو نصیب ہیں۔ مثلاً آنکھیں اللہ تعالےٰ کا ایک انعام ہیں۔ مگر کیا یہ انعام کافروں کو حاصل نہیں۔ کیا ہندوؤں کی آنکھیں نہیں۔ کیا سکھوں۔ عیسائیوں اور دہریوں کی آنکھیں نہیں۔ یا کان اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہیں۔ مگر کیا یہ کافروں کو نہیں ملے ہوئے۔ یا ہاتھ پاؤں اللہ تعالےٰ کی نعمت ہیں مگر کیا کفار کے ہاتھ پاؤں نہیں۔ یا دُنیوی دولت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ مگر کیا یہ نعمت اُن کو میسر نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور مومنوں کی نسبت کافر ہزاروں درجے زیادہ امیر ہیں یا اگر عمارتوں۔ اور مکانوں کا ہونا اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ تو یہ نعمت بھی ان کو حاصل ہے۔ بلکہ مومنوں سے زیادہ حاصل ہے۔ اسی طرح حکومت اور دبدبہ اور شوکت بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ مگر بعض حالات میں جیسے آج کل کا زمانہ ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کی نسبت کفار کو زیادہ حاصل ہوتی ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں جن انعامات کا ذکر ہے۔ وہ بعض مخصوص قسم کے انعامات ہیں۔ جو صراطِ مستقیم کے ساتھ تخصیص رکھتے ہیں۔ اور جب تک انسان صراطِ مستقیم پر قائم نہیں ہوتا۔ وہ انعامات حاصل نہیں ہوتے گویا

دو قاعدے

ہیں۔ جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں اوّل یہ کہ ہر مومن کے لئے منعم علیہ ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تسلیم کرنا کہ کوئی شخص مومن تو ہے۔ مگر اُسے صراطِ مستقیم نہیں ملا۔ بالکل غلط بات ہوگی۔ اور اس فقرہ کو اگر ہم سادہ اردو میں بیان کریں۔ تو یوں بنے گا۔ کہ فلاں شخص بڑا مومن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اب کیا کوئی شخص مان سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص مومن بھی ہو۔ اور خدا تعالےٰ سے اس کا تعلق بھی نہ ہو۔ جب صراطِ مستقیم کے معنے اللہ تعالےٰ سے تعلق کے ہی ہیں۔ تو یہ کہنا کہ فلاں مومن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس کا تعلق نہیں۔ بے ہودہ بات ہوگی۔ جو بھی مومن ہوگا خدا تعالےٰ کے ساتھ اس کا ضرور تعلق ہوگا۔

پس اھدنا الصراط المستقیم میں درحقیقت حصولِ ایمان کے متعلق یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ کہ اے خدا ہمارے ایمان کو کامل کر۔ اور ہمیں منعم علیہ گروہ میں شامل فرما۔ گویا منعم علیہ گروہ میں شامل ہونا ایمان کے کمال کی ایک علامت ہے۔ اور ایمان کے کمال کے دوسرے معنے منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے ہیں۔ پس ہر مومن اپنے اپنے درجہ کے مطابق منعم علیہ گروہ میں شامل ہے دوسرے یہ کہ جو انعام اس جگہ مذکور ہے۔ وہ ایسا نہیں۔ جیسے دُنیوی رتبے یا جائدادیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں۔ مگر اس درجہ کی نہیں۔ جس درجہ کی نعمتوں کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دُنیوی نعمتیں اُن روحانی نعمتوں کی محض توابع ہیں۔ جیسے آقا کے ساتھ خادم ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی نعمتوں کے ساتھ یہ بطور خادم ہوتی ہیں۔ آخر جس انسان کو اللہ تعالےٰ جہاد کی توفیق دے گا۔ اُسے دولت بھی بخشے گا۔ اُسے فتح بھی دے گا۔ اُسے مالِ غنیمت بھی عطا کرے گا۔ مگر یہ چیزیں اس کا مقصود نہیں ہوں گی۔ یہ ادنےٰ نعمتیں ہیں۔ جو اُسے حاصل ہوں گی۔ ورنہ اس کا مقصود اللہ تعالےٰ کی رضا ہوگی۔ جو بہت بڑی چیز ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے ایک دوست دوسرے دوست کے ہاں بعض دفعہ ملاقات کے لئے چلا جاتا ہے۔ تو وہ اس کی خاطر تواضع کے لئے اس کے لئے کھانا پکواتا ہے۔ اور اگر امیر ہو۔ تو کئی کئی قسم کے کھانے تیار کراتا ہے۔ اور اگر غریب ہو۔ تب بھی وہ اچھی سے اچھی چیز اس کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ کھانا اس کا مقصود نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا

اصل مقصد

دوست سے ملاقات کرنا ہوگا۔ اور وہ چاہے گا۔ کہ میں اپنے دوست کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ چاہے کھانا مجھے ملے۔ یا نہ ملے۔ اسی طرح اس دُنیا کی نعمتیں مومن کو مل تو جاتی ہیں۔ مگر وہ اس کا مقصود نہیں ہوتیں مقصود والا انعام بالکل اَور ہے۔

اب وہ انعام جو اس دعا کے نتیجہ میں مومن کو ملتا ہے۔ وہ کچھ بھی ہو۔ قرآن کریم انعامِ الٰہی کے متعلق یہ ہدایت دیتا ہے۔ کہ اما بنعمۃ ربک فحدث۔ تو اپنے رب کی نعمت کو لوگوں کے سامنے پیش کر۔ اپنے عمل سے بھی اور اپنے قول سے بھی۔ کیونکہ تحدیث بالنعمت کے لفظی معنے گو صرف اتنے ہی ہیں۔ کہ نعمت کو بیان کرنا۔ مگر عربی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے

تحدیث بالنعمۃ کے معنے

یہ ہیں۔ کہ شکر گزاری کے طور پر عملی رنگ میں دُنیا پر یہ ظاہر کرنا کہ میں اس نعمت کی واقعہ میں قدر کرتا ہوں کیونکہ تحدیث باب تفعیل سے ہے اور یہ باب معنوں میں کثرت و وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ کسی کو کوئی خاص اعزاز حاصل ہو۔ یا بڑا انعام ملے۔ تو وہ اس خوشی میں لوگوں کی دعوت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ دعوت کر رہا ہوں۔ حالانکہ وہ اس وقت کھانا کھلا رہا ہوتا ہے۔ کوئی تقریر نہیں کر رہا ہوتا۔ اور اگر بالفرض وہ کھانا نہ کھلائے۔ اور محض لوگوں کو بلا کر یہ خبر سُنا دے۔ کہ مجھے فلاں اعزاز حاصل ہوا ہے۔ تب بھی لفظی طور پر وہ تحدیث بالنعمت کا مفہوم پورا کر سکتا ہے۔ لیکن محاورہ کے لحاظ سے تحدیث بالنعمت کے جو معنے ہیں۔ ان کو وہ پورا کرنے والا نہیں ہوگا۔ اگر کسی کو خان بہادر کا خطاب ملے۔ اور وہ لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک تقریر شروع کر دے۔ اور کہے۔ لوگو مجھے خان بہادر کا خطاب ملا ہے۔ اور میں آپ سب کو اس کی اطلاع دیتا ہوں۔ تو لوگ اس کی یہ بات سُن کر ہنسیں گے۔ اور کہیں گے۔ میاں اگر تم نے صرف اتنی بات بتانی ہی تھی۔ تو ہمیں اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم اخباروں میں ہی یہ خبر پڑھ سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ اس خوشی میں اپنے دوستوں کی دعوت کرتا ہے۔ اور انہیں کھانے یا چائے پر مدعو کرتا ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے تحدیث بالنعمت کی یا کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ تو لفظی طور پر تحدیث بالنعمت کا مفہوم ادا کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ وہ لوگوں سے کہدے۔ کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ لیکن محاورہ کے طور پر تحدیث بالنعمت کا مفہوم اس وقت تک ادا نہیں ہوگا۔ جب تک وہ غریبوں کو کھانا نہ کھلائے یا انہیں کپڑے نہ پہنائے۔ ہاں جب وہ غریبوں کو کھانا کھلاتا یا ننگوں کو کپڑے پہناتا اور اللہ تعالےٰ کی نعمت کا عملی رنگ میں شکر یہ ادا کرتا ہے۔ تب کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے تحدیث بالنعمت کی۔ تو اما بنعمۃ ربک فحدث کے صرف یہی معنے نہیں۔ کہ تو لوگوں سے یہ کہدے۔ کہ مجھے فلاں انعام ملا۔ اور گو لفظی طور پر یہ معنے بھی درست ہیں۔

مگر محاورہ کے لحاظ سے درست نہیں کیونکہ محاورہ میں تحدیث بالنعمت کے یہ معنے ہیں کہ مونہہ سے اقرار کرے۔ اور عملاً کوئی ایسا فعل کرے۔ جو اس بات پر دلالت کرے۔ کہ اس نے واقعہ میں اس نعمت کی قدر کی ہے۔ پس اما بنعمة ربك فحدث کے یہ معنی ہیں کہ تم پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو نعمت نازل ہو اس کا زبان سے اظہار کرو۔ اور اس کے شکریہ میں ایسے اعمال بجالاؤ۔ جو دنیا کو فائدہ اور آرام پہونچانے والے ہوں۔ جب کوئی شخص ان دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے تحدیث بالنعمت کرتا ہے۔ تو اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر کی۔ اب ایک طرف اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ مجھ سے انعام مانگو۔ اور دوسری طرف اس کے سیاق وسباق سے اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے جو چیز مانگی جائے۔ بالمخصوص ایسی چیز جس کے مانگنے کا وہ خود حکم دے۔ وہ انسان کو ضرور دیتا ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ تم اس نعمت کا اظہار کرو جو تمہیں ملے۔ اور شکر اور امتنان کا کوئی طریقہ اختیار کرو۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ تم

اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر

کرنے والے ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مومن کو جو نعمت ملتی ہے۔ اور جس کا اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کیا ہے سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سب سے اعلےٰ نعمت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے نبوت ہے اور اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو یہ سکھلایا ہے کہ تم ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں اپنی اس نعمت نبوت کو قائم رکھے۔ اب نبی اپنی نعمت کی تحدیث کس طرح کرتے ہیں۔ سو یہ ہر شخص جانتا ہے کہ

نبی اپنی نعمت کی تحدیث

اس طرح کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو الٰہی پیغام پہونچاتے چلے جاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ لوگ انہیں دکھ دیں۔ ان کا بائیکاٹ کریں۔ انہیں گالیاں دیں۔ انہیں ماریں یا انہیں پیٹیں وہ اپنی بات لوگوں کے کانوں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس نعمت کا عملی رنگ میں شکریہ یہی ہے۔ کہ ہم تمام دنیا کے عذاب اپنے سر پر اٹھا لیں۔ پھر ان کی امتیں ان کی تابع ہوکر ساری دنیا میں تبلیغ دین کرتیں۔ اور لوگوں کو

صداقت کی طرف دعوت

دیتی ہیں۔ وہ بھی بڑے بڑے دکھ اٹھاتی ہیں۔ اور ان پر بھی بڑے بڑے مصائب وارد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ پہلے انبیاء کی جماعتوں میں بعض ایسے لوگ گزرے ہیں۔ جنہیں دشمنوں نے آروں سے چیر ڈالا۔ مگر انہوں نے اُف تک نہ کی۔ ہماری اپنی جماعت میں بھی اس رنگ کی تحدیث بالنعمت کے بعض واقعات موجود ہیں چنانچہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو جس وقت شہید کیا گیا ہے۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہ ادھر ان پر پتھر پڑ رہے تھے۔ اور ادھر وہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ دعا کرتے جا رہے تھے کہ یا اللہ میری قوم نادانی سے یہ فعل کر رہی ہے۔ تو اسے معاف کردے یہ سچی تحدیث بالنعمت ہے۔ جو ان سے ظاہر ہوئی۔ کہ آخری وقت بھی ان کے دل میں یہی خیال آیا۔ کہ مَیں نے جس عظیم الشان نعمت کو حاصل کیا ہے۔ مجھے عذاب دینے والے اس سے محروم نہ رہیں۔ اور چاہے وہ مجھے دکھ دے رہے ہیں۔ مَیں ان کے متعلق یہی دُعا کروں۔ کہ خدا انہیں معاف کرے۔ اور انہیں احمدیت کی شناخت کی توفیق عطا کرے۔

غرض نبوت پہلا اور سب سے بڑا انعام ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ کو دیتا ہے۔ پھر اس سے اتر کر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

صدیقیت کا مقام

ہے۔ جب انسان نبیوں کے نقش قدم پر چلتے چلتے اس قدر بلند مرتبہ حاصل کرلیتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اس سے نبیوں والا سلوک شروع کردیتا ہے۔ وہ نبی نہیں ہوتے مگر خدا تعالےٰ کی غیرت ان کے لئے ایسی ہی بھڑکتی ہے جیسے نبیوں کے لئے وہ نبی نہیں ہوتے مگر اللہ تعالےٰ ان کی زبان پر اسی طرح صداقت جاری کرتا ہے۔ جس طرح نبیوں کی زبان پر۔ وہ کامل مظہر ہو جاتے ہیں اس مقام کا کہ ليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم۔ جس چیز کو وہ کہدیں کہ یہ دین ہے خدا تعالےٰ اسی کو قائم کرتا ہے۔ اور جس چیز کو دنیا دین کہہ رہی ہو۔ خدا تعالےٰ اسے مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ درحقیقت یہ نبوت کا مقام ہی ہے۔ کیونکہ نبی ہی ہیں۔ جو

دین کے قیام کے لئے

بھیجے جاتے ہیں۔ اور گو وہ نبی نہیں ہوتے۔ مگر نبوت کے مقام کے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ گویا وہی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح لوہا جب آگ میں ڈالا جائے۔ تو آگ کی شکل اور گرمی اور خواص سب اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انبیاء کے اتنے قریب ہوتے ہیں۔ کہ ان کی تمام خصوصیات کے ایک حد تک حامل ہو جاتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے۔ تو گو وہ انگارہ نہیں بن جاتا۔ مگر پھر بھی آگ کے تمام خواص ظاہر کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ ویسے ہی جلاتا ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے وہ ویسا ہی گرمی پہونچاتا ہے۔ جیسے آگ گرمی پہونچاتی ہے۔ وہ ویسی ہی شکل رکھتا ہے۔ جیسی آگ کی شکل ہوتی ہے۔ غرض رنگ شکل اور خواص کے لحاظ سے اس میں اور آگ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح صدیق مقام نبوت کے اتنے قریب ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی باتوں کو نبیوں کی باتیں قرار دے دیتا ہے۔ جس طرح نبیوں کی باتوں کو وہ اپنی باتیں قرار دیتا ہے۔

پھر تیسرا گروہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ شہداء کا ہوتا ہے۔ اور گو شہداء کے لئے خدا تعالےٰ کی غیرت اتنی نہیں بھڑکتی۔ جتنی صدیقوں کے لئے بھڑکتی ہے۔ پھر بھی وہ چلتے پھرتے خدا تعالےٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں اگر کسی نے

چلتے پھرتے جنتی

کو دیکھنا ہو تو ان کو دیکھ لے۔ اگر دنیا میں کسی نے خدا تعالےٰ کے پیاروں کو دیکھنا ہو تو ان کو دیکھ لے۔ وہ خدا تعالےٰ کی صفات کے ظہور کے لئے آئینہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ مگر ان میں اور صدیق میں ایک فرق ہوتا ہے۔ یعنے صدیق کی مثال تو ایک ایسے آئینہ کی ہے۔ جس میں تصویر ثبت کردی گئی ہے۔ جسے جب بھی دیکھو اس میں محبوب کے ہو بہو خد و خال نظر آئیں گے۔ آج دیکھو تو آج اور کل دیکھو تو کل۔ لیکن شہید کی مثال اس آئینے کی طرح ہے۔ جو گو بنایا اسی لئے گیا ہے۔ کہ محبوب کا چہرہ اس میں نظر آئے۔ مگر پھر بھی اس میں محبوب کی تصویر مستقل طور پر کندہ نہیں ہے۔ بایں ہمہ شیشہ اپنی ذات میں بھی ایک قیمتی اور مصفےٰ چیز ہوتا ہے جب محبوب کا چہرہ اس میں نظر آ رہا ہو۔ تب بھی وہ قیمتی ہوتا ہے۔ اور جب محبوب کا چہرہ اس میں نظر نہیں آ رہا ہوتا تب بھی وہ قیمتی ہوتا ہے۔ مگر بہرحال اس آئینہ میں محبوب کی تصویر دائمی طور پر ثبت نہیں کردی جاتی۔

ہاں اکثر اس میں محبوب کی شکل نظر آتی ہے - کیونکہ شہید وہ آئینہ ہے - جو ہر وقت محبوب کے سامنے رکھا رہتا ہے - جیسے لوگ کام کی میز پر یا رہائش کے کمرہ میں آئینہ لگا دیتے ہیں

پس شہید کی مثال ایسے شیشے کی سی ہے - جو قریباً ہر وقت سامنے رہتا ہے - یوں تو اس کے ہر دوسرے لحظہ کا عکس مختلف ہوتا ہے - لیکن بوجہ اس کے کہ وہ سامنے رکھنے کے لئے چن لیا گیا ہے - قریباً ہر وقت اس میں چہرے کا انعکاس پڑتا رہتا ہے - اس کے بعد

چوتھا درجہ صالح کا ہے

صالح کے معنے ہیں قابلیت رکھنے والا انسان - یعنی بعض چیزیں اپنی ذات میں ایک مقام تک نہیں پہونچی ہوتیں مگر ان میں اس مقام تک پہونچنے کی قابلیت ہوتی ہے - منطقیوں نے اسی بناء پر کہا ہے - کہ بعض چیزیں کسی خاصہ کی بالقوہ مظہر ہوتی ہیں - اور بعض بالفعل - یعنی بعض چیزیں تو وہ ہوتی ہیں - جن میں کسی خاص قابلیت کے حصول کی قوت تو ہوتی ہے - لیکن عملاً انہوں نے وہ قوت حاصل نہیں کی ہوئی ہوتی - اور بعض وہ ہوتی ہیں - جو عملاً بھی وہ قوت ظاہر کر رہی ہوتی ہیں -

شہید کا جو مقام ہے - وہ ایسا ہی ہے جیسے سامنے پڑا ہوا شیشہ - کیونکہ شاہد کے معنے دیکھنے والے کے ہیں - گویا شہید ایک ایسا شیشہ ہے - جو ہر وقت محبوب کے سامنے پڑا ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص اس میں دیکھتا ہے - اس میں محبوب کا چہرہ نظر آجاتا ہے - اور صالح کے معنے یہ ہیں کہ وہ ہر وقت سامنے پڑا ہوا تو نہیں - مگر اس میں ایسی قابلیت موجود ہے - کہ جب بھی خدا تعالیٰ اپنا چہرہ اس میں سے دکھانا چاہے - وہ دوسروں کو دکھا سکتا ہے - گویا

شہید اور صالح کے مقام

میں وہی فرق ہے - جو ان دو آئینوں میں ہے کہ ان میں سے ایک ہر وقت کمروں میں لٹکے رہتے ہیں - اور دوسرے جیب یا ٹرنک میں رکھے رہتے ہیں اب جو شیشہ کمرہ میں ہر وقت سامنے ہوگا - اس میں سے اکثر مکین کی صورت نظر آجائے گی - کیونکہ مکین اکثر مکان میں ہی رہتا ہے - ہاں یہ ممکن ہے - کہ کسی وقت اگر مکین وہاں نہ ہو - تو وہ اس کی صورت نہ دکھا سکے - اسی طرح شہید گو ہر وقت خدا تعالیٰ کا چہرہ اپنے آئینہ قلب میں سے نہیں دکھا سکتا - مگر چونکہ وہ اس جگہ پر ہوتا ہے - جہاں اکثر محبوب حقیقی نے جلوہ گر رہنا ہے - اس لئے اکثر اس کا چہرہ اس کے آئینہ میں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے - لیکن صالحیت کا مقام وہ ہے جس میں چہرہ دکھانے کی قابلیت تو پیدا ہو جاتی ہے - مگر اس رتبہ کو نہیں پہونچتا - کہ ہر وقت سامنے رہے - وہ جب کبھی سامنے آجاتا ہے - محبوب کا چہرہ دکھا دیتا ہے - اور جب ایک طرف ہو جاتا ہے تو محبوب کا چہرہ نہیں دکھا سکتا - لیکن بہر حال اس میں شکل دکھانے کی قابلیت موجود رہتی ہے اسی طرح جو شیشہ سامنے پڑا ہوا ہو اس کے سامنے سے بھی کبھی انسان ایک طرف ہو جاتا ہے - مگر غائب ہونے کا وقت بہت کم ہوتا ہے - اور سامنے رہنے کا وقت بہت زیادہ - غرض صدیق شہید - صالح

ایک ہی زنجیر کی کڑیاں

ہیں - جن میں سے بعض کا مقام زیادہ اہم ہے - اور بعض کا کم - صدیق وہ ہے جو اصل کی تصویر بن جاتا ہے - اور جس کی حالت ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا مصداق ہوتی ہے - اُسے سامنے رکھو - تب بھی وہ وہی صورت دکھائیگا جو اصل کی ہے - اور اگر اسے الگ لے جاؤ - تب بھی وہ وہی صورت دکھائیگا اگر ایک میل دور لے جاؤ - تب بھی اور اگر ہزاروں میل پرے لے جاؤ - تب بھی تمہیں اصل اور تصویر کے نقوش میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیگا یہی حال صدیق کا ہوتا ہے - اس میں مستقل طور پر رسول کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں - اور اس کی ہو بہو وہی شکل ہو جاتی ہے - جو نبی کی ہوتی ہے - مگر اس کے برخلاف شہید اکثر اوقات میں نبوت کے نقوش کو پیش کرنے والا شیشہ ہے - اور صالح وہ ہے - جو نبوت کے نقوش تو دکھاتا ہے - لیکن اس اظہار میں نمایاں وقفے پڑتے رہتے ہیں ؛

یہ وہ چار انعامات ہیں - جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے - اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زیادہ تر مقصود اس آیت میں یہی چار انعام ہیں باقی سب انعامات ان کے تابع ہیں - اور چونکہ ان چاروں انعامات سے باہر اور کوئی روحانی انعام نہیں ہو سکتا - اس لئے مومن یا نبی ہوگا - یا مومن صدیق ہوگا - یا مومن شہید ہوگا - یا مومن صالح ہوگا - اور اگر ان چاروں مقامات میں سے کوئی مقام بھی اسے حاصل نہ ہو - تو وہ مومن نہیں ہو سکتا - ان ساروں کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے - کہ یہ منعم علیہم ہیں - اب جبکہ

منعم علیہ گروہ کی تعیین

ہو گئی - تو سوچنا چاہیئے - کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے - اما بنعمۃ ربّک فحدّث اپنے رب کی نعمت کی تحدیث کرو - اور عملی طور پر ایسے کام بجا لاؤ - جن سے معلوم ہو - کہ تمہیں واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر ہے پس معلوم ہوا - کہ ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت لازمی ہے - اور چونکہ مومن بغیر انعام کے نہیں ہو سکتا - اور نعمت بغیر تحدیث کے نہیں ہو سکتی - اس لئے ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت ضروری ہے - در اصل ایمان کا مقام احسان کا مقام ہے - اور مومن اور محسن ایک ہی چیز ہیں - کوئی مومن ایسا نہیں ہو سکتا جو محسن نہ ہو - اور کوئی ایسا حقیقی محسن نہیں ہو سکتا - جو مومن نہ ہو - اس میں کوئی شبہ نہیں - کہ جیسے ایمان کے مختلف مدارج ہیں - اسی طرح احسان کے بھی مختلف مدارج ہیں - مگر بہر حال وہ شخص جس میں کامل درجہ پر ایمان پایا جائیگا اس میں کامل درجہ پر احسان بھی پایا جائے گا - اور جس میں کم درجہ کا ایمان ہوگا - اس میں کم درجہ کا احسان پایا جائے گا - اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا - کہ محسن وہ ہے جو اس یقین - اور وثوق کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے - کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے - اور اگر یہ یقین اسے حاصل نہ ہو - تو اس سے اتر کر اس میں اتنا یقین ضرور ہوتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے - گویا محسن کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہوتی ہے یا تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے - کہ جس وقت وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے -

اللہ تعالیٰ کی شکل

اس کے سامنے آجاتی ہے - جب وہ کہتا ہے - الحمد للہ تو یہ کہنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کاملہ کا نقشہ اس کے سامنے کھچ جاتا ہے اور اس کے انعامات اسے یاد آنے شروع ہو جاتے ہیں - اور جب وہ کہتا ہے - ربّ العٰلمین تو اس کے لئے اسے کہیں دور جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتا

بلکہ رب العالمین اس کے دل میں بیٹھا ہُوا ہوتا ہے۔ اور اس کی ربوبیت کے فیضان اس کے سامنے آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ کہتا ہے الرحمٰن تو اس کی صفت رحمانیت کی جلوہ گری سامنے آجاتی ہے۔ جب الرحیم کہتا ہے تو اس کی رحیمیت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے۔ تو اس کی مالکیت کا تصور اس کے جسم کے ذرہ ذرہ کو اللہ تعالےٰ کے حضور جھکا دیتا ہے۔ گویا وہ صرف اپنی زبان سے اللہ تعالےٰ کے اسماء نہیں نکالتا بلکہ اپنی ذات میں اسکی ربوبیت رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کا مشاہدہ کرتا۔ اور اسکی صفات کو جلوہ گر ہوتا ہُوا پاتا ہے۔ پس محسن کی یا تو یہ حالت ہوتی ہے، اور یا پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اتر کر اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو گو وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ وُہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ مگر بہر حال وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ جو انسان کو نیکی کے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ جب اسے یہ یقین ہو کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو لازماً وہ سنبھال سنبھال کر قدم رکھتا ہے۔ اور گناہوں کا آسانی سے شکار نہیں ہوتا۔

غرض محسن کامل ہونا تو بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن دنیا میں ادنےٰ محسن بھی ہوتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی جگہ فرما دیا۔ کہ اعلےٰ محسن تو وہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی اس رنگ میں عبادت کرے۔ کہ گویا وُہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور احسان کا ادنےٰ درجہ یہ ہے۔ کہ انسان یہ یقین رکھتے ہوئے عبادت کرے کہ خدا اسکو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح مومنوں میں سے بھی بعض ادنےٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور بعض اعلےٰ درجہ کے مگر جو ادنےٰ ہیں وہ بھی خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول کر لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ

مومن جس حالت میں بھی ہو

خواہ ادنےٰ ہو یا اعلےٰ منعم علیہ گروہ سے باہر نہیں ہوتا۔ دنیا میں عام طور پر جنہیں ہم تندرست کہا کرتے ہیں۔ ان میں بھی کئی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ مگر ہم انہیں بیمار نہیں کہتے۔ اور نہ وہ خود یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم کام کے قابل نہیں۔ بعض دفعہ ایک جرنیل ہوتا ہے مگر کسی ادنےٰ سی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایک پہلوان ہوتا ہے لیکن وہ بھی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ مگر ان معمولی امراض سے پہلوان اپنی پہلوانی کے فن کو اور جرنیل اپنی فوج کی نگرانی کو ترک نہیں کر دیا کرتا۔ کیونکہ ان کی صحت کی زیادتی انکی بیماری کی کمزوری پر غالب آئی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح مومنوں میں سے بھی کسی میں کوئی کمزوری ہوتی ہے اور کسی میں کوئی۔ مگر ان کمزوریوں کی وجہ سے وہ منعم علیہ گروہ میں سے نہیں نکل جاتے۔ کیونکہ ان کی نیکیاں اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ ان کی کمزوریاں بالکل چھپ جاتی ہیں۔ بہر حال جبکہ ہر مومن منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔ تو ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت بھی ضروری ہے۔ اور تحدیث بالنعمت یہی ہے کہ عملی رنگ میں دنیا کو فائدہ پہونچایا جائے۔ اور جو کچھ بھی خدا تعالےٰ دے۔ اس سے دوسروں کو متمتع کیا جائے۔ اگر دین ملے تو دوسروں تک دین پہونچایا جائے۔ اگر عرفان ملے تو عرفان دیا جائے۔ اگر علم ملے تو علم سے دوسروں کو فائدہ پہونچایا جائے۔ غرض مومن کا مقام اللہ تعالےٰ نے محسن کا مقام رکھا ہے۔ اور جب خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ اما بنعمة ربك فحدث اور ادھر یہ فرماتا ہے۔ کہ ہر مومن منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ کوئی مومن ایسا نہیں جو محسن نہ ہو۔ اور کوئی مومن ایسا نہیں جس کا یہ فرض نہ ہو۔ کہ وہ دنیا کو اپنی تمام طاقتوں سے فائدہ نہ پہونچائے۔ اس نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری جماعت کو یہ امر سوچنا چاہیئے۔ کہ اس کے تمام کام بنی نوع انسان کو فوائد پہونچانے کے لئے ہیں یا اپنی ذات کو نفع پہونچانے کے لئے؟ میں نے جو

خدام الاحمدیہ نام کی ایک مجلس

قائم کی ہے۔ اس کے ذریعہ اسی روح کو میں نے جماعت میں قائم کرنا چاہا ہے۔ اور اس کے ہر رکن کا یہ فرض قرار دیا ہے۔ کہ وہ اپنی قوتوں کو ایسے رنگ میں استعمال کرے۔ کہ اپنے فوائد کو وہ بالکل بھلا دے۔ اور دوسروں کو نفع پہونچانا اپنا منتہیٰ قرار دے دے چنانچہ جہاں جہاں بھی اس کے ماتحت کام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے دوسرے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ اور خود انہوں نے بھی اپنی روحانیت میں بہت بڑا فرق محسوس کیا ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی اپنے فوائد کو نظر انداز کر کے دوسرے کو فائدہ پہونچانے کے خیال سے کوئی کام کرتا ہے۔ اس ایک منٹ کے لئے وہ

خدا تعالےٰ کا مظہر

بن جاتا ہے۔ کیونکہ خدا ہی ہے۔ جو اپنے فائدہ کے لئے کوئی کام نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو فائدہ پہونچانے کے لئے تمام کام کرتا ہے۔ وُہ غنی ہے اور اس بات سے بے نیاز ہے۔ کہ اسے کوئی فائدہ ہو۔ وہ جو بھی کام کرتا ہے مخلوق کے لئے کرتا ہے۔ پس جس گھڑی بندہ کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جس کا فائدہ اس کی ذات کو نہیں پہونچتا بلکہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔ تو اس گھڑی میں وہ خدا نما آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں سے خدا تعالےٰ کا چہرہ نظر آرہا ہوتا ہے۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ جو چیز ایک وقت انسان کے ساتھ وابستہ ہوگی۔ وہ بعد میں بھی اپنا اثر دکھائیگی۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم جمعہ کے لئے آؤ تو اپنے کپڑوں کو خوشبو لگا کر آؤ۔ اب خوشبو لگانا ایک منٹ کا کام ہے مگر وہ خوشبو بعد میں بھی گھنٹہ دو گھنٹے ایک دن دو دن بلکہ ہفتہ ہفتہ تک جیسی جیسی قیمتی خوشبو ہوتی ہے قائم رہتی ہے بارش برستی ہے۔ اور وہ محدود وقت میں برستی ہے۔ مگر اس کی ٹھنڈک کا اثر دنوں چلا جاتا ہے۔ آگ جلتی ہے تو گو بعد میں بجھ بھی جاتی ہے۔ مگر کمرے میں پھر بھی بہت دیر تک گرمی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مومن خدا نما ہو جاتا ہے، اور وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جس میں وہ اپنے فائدے کو بالکل نظر انداز کر دیتا اور محض دوسروں کو فائدہ پہونچانا اپنا منتہیٰ قرار دے لیتا ہے۔ تو اس وقت وہ خدا تعالےٰ کا مظہر ہو جاتا ہے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ عطر کا ایک چھینٹا جب کپڑوں پر پڑے۔ تو وہ کئی کئی دن تک انسانی دماغ کو معطر رکھے۔ سورج چڑھے اور اس کے غروب ہونے کے بعد بھی زمین سے گرمی کی لپٹیں آتی رہیں۔ بارش برسے اور اس کے کئی کئی دن بعد بھی ٹھنڈک محسوس ہوتی رہے۔ مگر خدا کسی جسم میں آئے۔ اور اس کا اثر کام کے ختم ہوتے ہی غائب ہو جائے۔ اگر تم ایک منٹ کے لئے بھی خدا تعالےٰ کا مظہر بن جاتے ہو۔ تو

یقیناً اس کے گھنٹوں بعد کی تمہاری حالت بھی خدا نما ہوگی۔ اور تم ایک منٹ میں جو کام کروگے اس کے بدلے کئی گھنٹوں کیلئے خدا تعالےٰ کے مظہر بن جاؤگے۔ اور اگر تم اس ایک منٹ کو ترقی دیتے چلے جاؤ۔ تو پھر تم چوبیس گھنٹے ہی خدا تعالےٰ کے مظہر بن سکتے ہو۔ چاہے دنیا کے نزدیک تم نے خدمتِ خلق کے لئے ایک یا دو گھنٹے وقت دیا ہو۔ جس طرح آگ بجھ جاتی ہے۔ مگر کمرہ پھر بھی گرم رہتا ہے۔ بارش برس جاتی ہے۔ اگر خنکی پھر بھی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے تمہاری یہ حالت ہو جائے گی۔ کہ تمہارا گھنٹہ دو گھنٹے کا کام اپنے اثرات کے لحاظ سے چوبیس گھنٹوں پر پھیل جائیگا اور پھر کل کا کام اس اثر کو اور بڑھائے گا اور پرسوں کا کام اس اثر کو اور ترقی دیگا یہاں تک کہ بالکل ممکن ہے۔ بلکہ غالب ترین بات یہ ہے کہ تمہاری روحانیت اس قدر ترقی کر جائے۔ اور تمہاری نیتیں اتنی صاف ہو جائیں۔ کہ وہ دو گھنٹے کا کام نہ صرف تمہیں باقی بائیس گھنٹوں کیلئے خدا تعالےٰ کا مظہر بنا دے بلکہ جب دوسرا دن چڑھے تو اس دن جو کام تم خدا تعالےٰ کے نمونہ پر کرو صرف اسی کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے مظہر نہ ہو۔ بلکہ پہلے دن کی مظہریت بھی ابھی باقی ہو اور وہ دونوں ملکر تمہارے نور کو اور بھی بڑھا دیں۔ اور ہوتے ہوتے ایک غیر محدود ذخیرہ انعکاسات الٰہیہ کا تمہارے جسم میں جمع ہو جائے۔

آخر یہی وہ طریق ہے جس کے ماتحت کسی انسان کی تمام زندگی اللہ تعالےٰ کی راہ میں وقف کہلاتی ہے۔ ورنہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے جس قسم کا بنایا ہے اس کے لحاظ سے ۲۴ گھنٹے وہ مسلسل اللہ تعالےٰ کا مظہر نہیں بن سکتا۔ آج تک کوئی نبی بھی ایسا نہیں آیا جو سوتا نہ ہو۔ یا کھانا نہ کھاتا ہو۔ یا پانی نہ پیتا ہو۔ یا پاخانہ پیشاب نہ کرتا ہو۔ یا نہاتا دھوتا نہ ہو۔ یا بیوی بچوں کا فکر نہ کرتا ہو۔ یہ ساری ضروریات نبیوں کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ پھر کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان کی ہر حرکت اور ان کا ہر سکون اپنی راہ میں قرار دیا۔ اور کیونکر کہدیا کہ ان کا ہر کام میری رضا کے لئے ہے۔ اس کی تہ میں دراصل وہی بات ہے جو میں نے بتائی ہے۔ اور جس کی مثال میں میں نے بتایا ہے۔ کہ عطر لگانے کے بعد تم گھنٹوں بلکہ دنوں تک اس کی خوشبو محسوس کرتے ہو۔ کمرہ میں آگ جلاتے ہو تو اس کے بجھنے کے بعد بھی اس کی گرمی محسوس کرتے ہو۔ اسی طرح انبیاء خدا تعالےٰ کی محبت میں اس قدر محو ہوتے ہیں۔ کہ جب وہ سوتے ہیں۔ اس وقت بھی ان پر یہی محویت طاری ہوتی ہے۔ جب اٹھتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی محویت ہوتی ہے جب کھاتے ہیں اس وقت بھی۔ اور جب پیتے ہیں۔ اس وقت بھی۔ اس طرح ان کی نیند بھی خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اور ان کی بیداری بھی ان کا کھانا بھی خدا کے لئے ہوتا ہے۔ اور ان کا پینا بھی۔ اسی طرح ان کا اٹھنا ان کا بیٹھنا ان کا نہانا۔ ان کا پیشاب پاخانہ کرنا سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ وہ کام دنیا کو دنیا کے نظر آتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی نگاہ میں وہ اس کے لئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کاموں میں وہی خوشبو سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ جو خوشبو ان کی زندگی کا اصل مقصود ہوتی ہے۔ تو جب محض للہ کوئی شخص کام کرتا ہے۔ اس وقت اس کی باقی گھڑیوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔

پس مومن کو اپنے کاموں میں

للٰہیت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے

خدا تعالےٰ نے ہم کو ایک ایسے ماحول میں پیدا کیا ہے۔ کہ ہمیں سزائیں بھی دینی پڑتی ہیں۔ ہمیں گرفتیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ ہمیں سیاستِ اسلام کو بھی قائم کرنا پڑتا ہے۔ مگر باوجود اس کے چونکہ بندہ خدا تعالےٰ کا ظل ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنے متعلق یہ فرماتا ہے کہ رحمتی وسعت کل شیءٍ اس لئے ہمیں معافیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ درگذر بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور چشم پوشیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔

کئی نادان ہیں جو ان باتوں کی وجہ سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض تو وہ ہیں۔ جو یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ کیوں زیادہ سختی نہیں کی جاتی۔ اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں نرمی نہیں کی جاتی۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ہم اس خدا کے مظہر ہیں۔ جو نرمی بھی کرتا ہے۔ اور سختی بھی۔ وہ مجرم کو اس کے کئے کی سزا بھی دیتا ہے۔ اور کئی مجرموں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ مومن تو خدا تعالےٰ کا ظل ہے ورنہ اپنی ذات میں مومن کوئی چیز نہیں اپنی ذات میں نبی بھی کوئی چیز نہیں۔ نبی کی قیمت اسی لئے ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کا ظل ہے۔ صدیق کی قیمت بھی اسی لئے ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کا ظل ہے۔ شہید کی قیمت بھی اِسی لئے ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کا ظل ہے۔ اور صالح کی قیمت بھی اسی لئے ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کا ظل ہے کوئی بڑا اسایہ ہے۔ اور کوئی چھوٹا۔ اپنی ذات میں صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ایسی ہے جو حی اور قیوم ہے۔ جو پہلے بھی تھا۔ اب بھی ہے۔ اور ہمیشہ رہیگا۔ باقی چیزیں آئیں۔ اور فنا ہو گئیں۔ آئیں اور مٹ گئیں۔ ان کو اگر زندگی ملتی ہے جیسے مابعد الموت حیات دی جاتی ہے۔ تو وہ خدا تعالےٰ کے طفیل ملتی ہے۔ اپنی ذات میں ان کے اندر کوئی ایسی خوبی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے وہ ابدی زندگی کے مستحق ہوں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک چھوٹا بچہ جو چل بھی نہیں سکتا۔ اسے ایک مضبوط انسان اپنی گود میں اٹھالے اور بھاگ پڑے۔ اب بچہ یقیناً اس جگہ نہیں ہو سکتا جہاں وہ ایک منٹ پہلے تھا۔ وہ اگر پہلے اس جگہ تھا۔ تو ایک منٹ کے بعد پندرہ بیس گز دور چلا جائے گا۔ پھر اور دور چلا جائے گا۔ اور پھر بالکل نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ مگر وہ بچہ نہیں چل رہا۔ بلکہ آدمی چل رہا ہے۔ اسی طرح جو حیاتِ ابدی مرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔ وہ انسان کی حیاتِ ابدی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی حیاتِ ابدی ہوتی ہے۔ وہ انسان نہیں بڑھ رہا ہوتا۔ بلکہ خدا بڑھ رہا ہوتا ہے دنیا میں کون ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑے سے بڑا انسان ہو۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی مدد کے بغیر ایک سیکنڈ بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ایک سیکنڈ کیا سیکنڈ کا اربواں حصہ بھی کوئی انسان اللہ تعالےٰ کی مدد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

پس مابعد الموت اگر انسان کو ابدی زندگی ملتی ہے تو محض اس لئے کہ وہ خدا تعالےٰ کی گود میں آجاتا ہے۔ اور چونکہ خدا ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اس لئے وہ بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ تو بندے کے تمام کام دراصل ظلی ہوتے ہیں۔ پس جب اللہ تعالےٰ اپنی شان میں یہ فرماتا ہے کہ رحمتی وسعت کل شیءٍ تو لازماً بندوں کے کاموں میں بھی

رحمت کا پہلو وسیع ہونا چاہئے

اسی وجہ سے بندہ کسی مجرم کو بخشیگا۔ اور کسی کی سزا کو کم کریگا۔ لیکن کسی مجرم کو وہ سزا بھی دے گا۔ کیونکہ وہ صرف رحمتی وسعت کل شیئ کا مظہر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی صفت مالکیت یوم الدین کا بھی مظہر ہے۔ پس جس جس مقام پر وہ خدا تعالےٰ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس مقام کے مناسب حال وہ سلوک کرتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیوں ایسا کام کرتا ہے۔ جو مالک یوم الدین کا کام ہے۔ اس لئے کہ جو اس کی مالکیت کا ظل ہے وہ اس صفت میں اس کا مظہر نہ بنے تو کیا کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سزا کے مقام پر صفت مالک یوم الدین کا مظہر بنے۔ چشم پوشی یا احسان کے موقع پر صفت رحمانیت کا مظہر بنے۔ پرورش کے موقع پر صفت ربوبیت کا مظہر بنے اور انعامات کے موقع پر صفت رحیمیت کا مظہر بنے۔ ہاں اگر وہ ان صفات کے خلاف چلتا ہے۔ تب بیشک اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب مالک یوم الدین کی صفت کا ظہور ضروری ہوتا ہے۔ تو یہ رحمانیت کی صفت ظاہر کرنے لگ جاتا ہے۔ اور جب رحیمیت کی صفت کی جلوہ گری ضروری ہوتی ہے۔ تو ربوبیت کا اظہار کرنے لگ جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رحمان کیوں ہے یہ رحیم کیوں ہے۔ یہ رب العالمین کیوں ہے اور یہ مالک یوم الدین کیوں ہے جسطرح خدا تعالےٰ کسی موقع پر رب العالمین ہوتا ہے۔ اور کسی موقع پر رحمٰن۔ کسی موقع پر رحیم ہوتا ہے۔ اور کسی موقع پر مالک یوم الدین۔ یہی حال بندے کا ہے۔ اسے بھی مختلف موقعوں پر مختلف صفات کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ ہاں جو چیز اعتراض کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا کسی کو معاف کر رہا ہو۔ اور یہ اسے سزا دینے کے درپے ہو۔ یا خدا سزا دینے کے درپے ہو۔ اور یہ اسے معاف کر رہا ہو۔ یہ قابل اعتراض بات ہے۔ اور یہ نہیں ہونی چاہئے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کیوں کسی وقت سزا دی جاتی ہے۔ اور کسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں دیکھ لو۔ اللہ تعالےٰ ایک مقام پر فرماتا ہے۔ کہ تم لوگوں کو معاف کیا کرو۔ کیونکہ درگذر کرنا اور چشم پوشی سے کام لینا بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ جب فلاں قسم کے مجرموں کو سزا دی جا رہی ہو۔ تو یاد رکھو اگر اسوقت تمہارے دل میں ذرا بھی رحم پیدا ہوا۔ تو تم اللہ تعالےٰ کو ناراض کر لوگے۔ اب ایک طرف اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے۔ کہ لوگوں کو معاف کرو۔ اور دوسری طرف یہ فرماتا ہے۔ کہ دیکھنا تمہارے دل میں بھی رحم نہ آئے رحم پیدا ہوا۔ اور تمہارا ایمان ضائع ہوا۔ اب یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ شقاوت قلبی کی تعلیم دیتا ہے۔ یا جب کہتا ہے۔ کہ معاف کرو۔ تو بزدل بناتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا منشاء اس سے ہمیں یہ بتاتا ہے۔ کہ جب میں کہوں سزا دو تو تم سزا دو۔ اور جب میں کہوں چھوڑ دو۔ تو تم چھوڑ دو۔ جب میں رحمانیت کا جامہ پہن کر آؤں تو تم بھی رحمانیت کا جامہ پہن لو۔ اور جب میں مالک یوم الدین کا جامہ پہنکر آؤں تو تم بھی رحمانیت کا جامہ اتار کر مالکیت یوم الدین کا جامہ پہن لو غرض جس جبہ میں بھی میں ہوں۔ وہی جبہ تمہارا ہو۔ اور جو کچھ میں کروں۔ وہی تم کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ ایک مثال سنایا کرتے تھے۔ جو بیسیوں دفعہ میں نے آپ کی زبان سے سنی ہے۔ آپ فرماتے بندہ کا کام اسی رنگ میں رنگین ہوجانا ہے۔ جو اسے خدا تعالےٰ بخشتا ہے۔ پھر آپ مثال سناتے اور فرماتے۔ کہتے ہیں کوئی راجہ تھا۔ ایک دفعہ اس کے سامنے

بینگن کا سالن

رکھا گیا۔ جو بہت عمدگی سے تیار کیا گیا تھا۔ اور اسے بہت پسند آیا۔ اس نے دربار میں اس کی تعریف کی اور کہا کہ بینگن معلوم ہوتا ہے۔ بہت اچھی ترکاری ہے۔ یہ سنتے ہی ایک درباری ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا حضور بینگن کیا کہنے ہیں۔ اس میں یہ خوبیاں ہیں۔ اس میں وہ خوبیاں ہیں۔ چنانچہ جتنی تعریفیں طب میں بینگن کے متعلق لکھی تھیں۔ وہ سب اس نے بیان کر ڈالیں اور آخر میں کہنے لگا۔ حضور اس کی شکل بھی تو دیکھیں۔ بالکل صوفی معلوم ہوتا ہے۔ جسطرح صوفیوں نے سبز عمامہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کا کالا جبہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی شکل اور رنگ اور وضع سب صوفیوں کی سی ہے۔ خیر بادشاہ جو چند دن مسلسل بینگن کھاتا رہا۔ تو اُسے بواسیر ہوگئی۔ حکیموں نے کہا۔ کہ حضور آپ نے بڑی بے احتیاطی کی۔ اتنے دن جو مسلسل آپ بینگن کھاتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو بواسیر ہوئی ہے۔ بادشاہ نے یہ سنکر بینگن کھانے ترک کر دیئے۔ اور ایک دن دربار میں باتوں باتوں میں کہنے لگا۔ کہ بینگن بھی کچھ ایسی اچھی چیز نہیں ہوتے۔ اس میں بھی کئی خرابیاں ہیں۔ یہ سنکر وہی درباری کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بینگن بھی کوئی ترکاریوں میں سے ترکاری ہے۔ اس میں یہ مضرت ہے۔ اس میں وہ مضرت ہے۔ چنانچہ طب میں بینگن کی جسقدر مضرتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب اس نے ذکر کر دیں۔ کیونکہ طب میں ہر چیز کے فوائد اور نقصانات دونوں بیان ہوتے ہیں۔ پھر آخر میں کہنے لگا۔ حضور اس کی شکل بھی تو دیکھیں کیسی منحوس ہے۔ جسطرح چور کے ہاتھ مونہہ کالے کرکے پھانسی پر لٹکایا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بیل سے لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ لوگوں نے اسے کہا۔ ارے یہ کیا۔ اس دن تو تُو بینگن کی اتنی تعریف کر رہا تھا۔ اور آج تو اس کی برائیاں بیان کر رہا ہے۔ وہ کہنے لگا میں بینگن کا نوکر تھوڑا ہوں۔ میں تو راجہ کا نوکر ہوں۔ آپ فرماتے جب لوگ ایسے آقاؤں کی جو غلطیاں کر سکتے ہیں۔ ایسی اطاعت کرتے ہیں۔ تو ہم اس آقا کی اتباع کیوں نہ کریں جو کبھی غلطی نہیں کرتا اور جس کا ہر رنگ باموقع اور ضروری ہوتا ہے۔

ہم تو وہی کریں گے جو خدا تعالےٰ کہتا ہے

حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ جب تک کسی انسان کو ایسی ہی وابستگی حاصل نہ ہو۔ وہ کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ انسان غلطی کر سکتا ہے مگر اللہ تعالےٰ غلطی نہیں کر سکتا۔

جب اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ کہ اسوقت دن ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ اسوقت دن ہے۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ کہ رات ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ رات ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ کہ نرمی کرو۔ تو ہم بھی کہتے ہیں نرمی کرو۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ سختی کرو تو ہم بھی کہتے ہیں سختی کرو۔ جب وہ کہتا ہے آگے بڑھو تو ہم بھی کہتے ہیں۔ آگے بڑھو۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ پیچھے ہٹو تو ہم بھی کہتے ہیں۔ پیچھے ہٹو۔ نادان کہتے ہیں۔ کہ تم اپنی باتوں کو بدلتے ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم نہیں بدلتے بلکہ وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو اُدھر سے ہمارے دل اور دماغ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے پاس سے کچھ کہیں۔ تو ہم پر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن جب ہماری ہر حرکت اور ہمارا ہر سکون خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ تو یقیناً وہی بہتر ہوگا۔ جو خدا کا منشا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا۔

کہ آپ نے پہلے حضرت مسیح پر اپنی فضیلت صرف جزئی قرار دی تھی۔ مگر اب فرماتے ہیں کہ میں اپنی تمام شان میں اس سے بڑھکر ہوں۔ تو آپ نے اس کے جواب میں یہی فرمایا کہ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھے اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔

تو نبی بھی جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز نہیں آتی۔ قوم میں مروجہ خیالات کی پیروی کرتا ہے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کی آواز آتی ہے۔ تو وہ فوراً ان خیالات کو پھینک دیتا ہے۔

مثنوی رومی والے اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

خدا تعالیٰ کے بندوں کی مثال

بانسری کی طرح ہوتی ہے۔ اب بانسری آپ تھوڑی بول رہی ہوتی ہے۔ اس میں تو جو کچھ پھونکا جاتا ہے۔ وہی وہ باہر نکال دیتی ہے۔ اسی طرح جو حقیقی مومن ہیں وہ بھی اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے بلکہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہیں۔ خدا جہاں انہیں بٹھاتا ہے وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں کھڑا کرتا ہے وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو کہتا ہے وہ کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس سے روکتا ہے۔ اس سے رک جاتے ہیں۔ جب یہ رنگ کوئی شخص اختیار کرلے تب وہ واقعہ میں مومن کہلا سکتا ہے۔ ورنہ نہ ہر جگہ نرمی اچھی ہوتی ہے نہ ہر جگہ سختی۔ مومن صرف یہ دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دین کا فائدہ کس میں ہے۔ اگر اس کے دین کا فائدہ سختی میں ہو تو وہ سختی کرتا ہے اور اگر اس کے دین کا فائدہ نرمی میں ہو تو وہ نرمی کرتا ہے۔ جب خدا اسے کہتا ہے کہ میرے دین کا فائدہ اس وقت نرمی میں ہے تو وہ اتنا نرم بن جاتا ہے کہ پانی بھی اتنا نرم نہیں ہوتا۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ میرے دین کا فائدہ سختی میں ہے۔ تو وہ اتنا سخت بن جاتا ہے کہ لوہا بھی اتنا سخت نہیں ہوتا۔ اس کی نہ سختی اصلی ہوتی ہے۔ نہ نرمی اصلی ہوتی ہے۔ اصل چیز تو وہ عشق اور محبت الٰہی ہوتی ہے۔ جو اس کے دل میں مخفی ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی آنکھ کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ جس سے اس کی آنکھ پھرے۔ اس سے وہ بھی پھر جاتا ہے اور جس پر وہ رحمت کی نگاہ ڈالے اس سے وہ بھی محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

جب خدا کسی کو غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو بغیر ایک منٹ کے تردد کے وہ بھی اس پر غضبناک ہو جاتا ہے اور جب خدا کسی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو بغیر ایک لمحہ کے توقف کے وہ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں جس کی اتباع کر رہا ہوں۔ وہ یہی کہتا ہے۔ کہ فلاں غضب کا مستحق ہے۔ اور فلاں رحمت کا۔ یہ وہ مقام ہے جس کے حصول کی طرف اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں توجہ دلائی ہے اور منعم علیہ گروہ وہ ہے۔ جس کی دوسری جگہ یہ تشریح کی گئی ہے۔ کہ اس میں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح شامل ہیں گویا منعم علیہ گروہ وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کو دنیا میں جاری کرتا ہے کیونکہ

سب سے بڑی نعمت

اس کی صفات کا آئینہ قلب میں منعکس ہونا ہی ہے۔ نبوت کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ صدیقیت کیا ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ شہادت کیا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ اور صالحیت کیا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی مستقل آئینہ ہے کوئی عارضی کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا۔ کوئی تھوڑی دیر کے لئے آئینہ ہے اور کوئی زیادہ دیر کیلئے مگر بہرحال اپنی ذات میں وہ کچھ نہیں۔ وہ صرف خدا تعالیٰ کا انعکاس ہیں اور اگر انعمت علیھم کا محبت کی زبان میں ہم ترجمہ کریں تو یوں ہوگا کہ وہ لوگ جن کی طرف تو نے منہ کر کے دیکھ لیا اب جس آئینہ کی طرف محبوب مونہہ کر کے دیکھتا ہے اس میں اسی کی شکل بھی آجاتی ہے۔

پس صراط الذین انعمت علیھم کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے

خدا تعالیٰ کا چہرہ

دیکھ لیا اور انہوں نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی شکل دیکھنا چاہتے ہو۔ تو ہمارے دل کے آئینہ میں اس کی شکل دیکھ لو۔ پس ان کا لوگوں کے ساتھ جو بھی معاملہ ہو خدا تعالیٰ کی طرز پر ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے نرمی کرو تو وہ نرمی کرتے ہیں۔ جب کہتا ہے دلیری دکھاؤ تو دلیری دکھاتے ہیں۔ جب کہتا ہے خاموش رہو تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ جب کہتا ہے بولو تو بولتے ہیں۔ جب اس مقام کو کوئی جماعت حاصل کر لیتی ہے تو اس کے بعد خدا تعالیٰ کا ظہور اس کے ذریعہ ہونے لگتا ہے۔ لیکن جو قوم اپنے آپ کو اس کا آئینہ نہیں بناتی اس میں اس کی شکل نظر نہیں آسکتی۔ کیا مٹی کے ڈھیلے لے کر تم لوگوں کو تصویریں دکھا سکتے ہو۔ مٹی کے ڈھیلوں میں تصویر نظر نہیں آتی بلکہ تصویر اس وقت نظر آئے گی۔ جب تمہارے پاس آئینہ ہوگا۔ اور آئینہ بھی وہ جس کا محبوب کی طرف مونہہ ہو۔

پس تم

اپنے آپ کو خدا نما آئینہ بناؤ

اور اما بنعمۃ ربک فحدث کے حکم کے مطابق تمام دنیا کو محبوب ازلی کے خوبصورت چہرہ سے روشناس کرو کیونکہ آئینہ صرف اپنے اندر ہی تصویر نہیں لیتا۔ بلکہ دوسروں کو بھی دکھا دیتا ہے۔ پس تم بھی ایسے بنو کہ تمہارے اندر خدائی نور نظر آئے۔ اور تمہارے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا منشا ظاہر ہو جب تم سختی کے لئے کھڑے ہو۔ تو اس لئے مت کھڑے ہو کہ تمہارا نفس تمہیں کہتا ہے کہ تم سختی کرو۔ بلکہ تم اس لئے سختی کرو کہ تمہارا خدا کہتا ہے میں مالک یوم الدین ہوں۔ اور تمہارا فرض ہے کہ تم اس صفت کے مظہر بنو۔ اسی طرح جب نرمی کے لئے کھڑے ہو تو اس لئے مت نرمی کرو کہ تمہارا نفس تمہیں نرمی کا مشورہ دیتا ہے بلکہ اس لئے نرمی کرو کہ تمہارا خدا کہتا ہے رحمتی وسعت کل شیء اور تمہارے خدا کا یہ حکم ہے کہ تم اس کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ اسی طرح جب بنی نوع انسان سے شفقت اور احسان کے ساتھ پیش آؤ تو اس لئے شفقت اور مروت مت کرو۔ کہ ذاتی طور پر تمہارے دل میں شفقت کا خیال پیدا ہوا ہے بلکہ اس لئے شفقت کرو کہ تمہارا خدا کہتا ہے کہ میں رحمٰن اور رحیم ہوں اور تمہارا فرض ہے کہ صفت رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر بنو۔ اسی طرح جب تم بیکسوں اور غریبوں کی خبر گیری کرو جب تم یتیموں کی پرورش کرو جب تم بیواؤں پر ترس کھاؤ۔ تو ان کی خبر گیری اور پرورش اس لئے نہ کرو کہ تمہارے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے بلکہ اس لئے کرو کہ رب العالمین خدا تمہارے سامنے جلوہ گر ہے۔ اور تمہارا فرض ہے کہ اس کی ربوبیت کا جامہ پہن لو۔ غرض تم اس وردی کے پہننے والے ہو جو تمہارا افسر پہنتا ہے جس طرح بادشاہ جس قسم کی وردی پہنتا ہے اسی کی نقل سپاہیوں کو پہنائی جاتی ہے۔ اسی طرح تمہارا بھی فرض ہے کہ تم اپنے ازلی اور ابدی بادشاہ کی طرف دیکھو اور جو اس کا لباس ہو وہ پہنو اور یاد رکھو کہ جس طرح وہ سپاہی جو بادشاہ کا مقرر کردہ لباس نہیں پہنتا اس کا نام فوج میں سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو ایمان کا دعویٰ کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے آئینہ قلب میں منعکس نہیں کرتا اور نہ ان صفات کے مطابق

میاں عزیز احمد صاحب کو پھانسی دے دی گئی

قادیان - ۸ جون ۱۹۳۸ء - آج ۶ بجے صبح کے قریب میاں عزیز احمد صاحب کی لاش بذریعہ لاری قادیان پہنچی - انہوں نے میاں فخر الدین ملتانی بیران کے ایک نہایت ہی دلآزار اشتہار سے اشتعال میں آکر اگست ۱۹۳۷ء میں حملہ کیا تھا - اور کئی دن بعد ملتانی صاحب کی موت واقع ہوگئی تھی - اس پر عدالت سشن جج گورداسپور نے میاں عزیز احمد صاحب کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا تھا - جس کی اپیل پہلے ہائیکورٹ سے اور پھر پریوی کونسل سے خارج ہوگئی - آج صبح چھ بجے انہیں ڈسٹرکٹ جیل گورداسپور میں پھانسی دے دیگئی جہاں سے ان کے ورثاء اور دوست ان کی لاش کو قادیان لے آئے - لاری کے ساتھ کچھ پولیس بھی آئی اگرچہ تجویز دوپہر سے قبل ہی دفن کردینے کی تھی - مگر یکایک غیر معمولی طور پر بارش آجانے کے باعث التواء ہوگیا - اس دوران میں کثیر التعداد مردوں اور عورتوں کو مرحوم کا چہرہ دیکھنے کا موقعہ مل گیا جس سے مسکراہٹ ظاہر ہوتی تھی - ظہر کی نماز کے بعد باغ میں مرحوم کی نماز جنازہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھائی جس میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی اور مرحوم کو غیر موصی اصحاب کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اگرچہ مرحوم نے اس فعل کا ارتکاب انتہائی اشتعال کی حالت میں کیا تھا - تاہم بعد میں انکو اس امر کا بخوبی احساس ہوگیا تھا کہ یہ فعل احمدیت کی تعلیم اور روایات کے خلاف ہے اور اس لئے انہوں نے اپنی متعدد چٹھیوں میں اس امر کا اعتراف کیا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں انتہائی اشتعال کی حالت میں بھی کیوں اپنے جذبات پر ضبط نہیں رکھ سکا - یہ میری غلطی ہے جس کیلئے میں اللہ تعالےٰ سے معافی کا خواستگار ہوں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے - اور ضعیف والدہ اور بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کو صبر جمیل عطا کرے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کے دوست اور رشتہ دار کل جب آخری ملاقات کے لئے جیل میں گئے - تو مرحوم نے دوران گفتگو میں اپنی قلبی کیفیت کا نہایت مسرت آمیز لہجہ میں یوں اظہار کیا

مجھے کامل یقین ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے معاف کردیا ہے - میرا فعل واقعی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیز حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تعلیم کے سراسر خلاف تھا - اور مجھے یقین ہے کہ مجھے اس کی سزا ملے گی - اور میں اس کے لئے تیار ہوں - مجھے خوشی ہے کہ میری وجہ سے جو تکلیف حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ہوئی تھی انہوں نے مجھ پر رحم کرکے مجھے معاف کردیا ہے - میرے پاس بہت سے لوگ آئے اور انہوں نے مجھے بہکانا چاہا اور لالچ دیا کہ تم کسی اور کا نام لے دو - بچ جاؤ گے - مگر اسی وقت خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ شیطان تمہارے پاس آیا ہے - خدا تعالےٰ نے مجھے صداقت پر قائم رکھا - اور اب بھی میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے مارا ہے - اور جوش کی وجہ سے مارا ہے - جو مجھ سے برداشت نہیں ہوسکا - میرے دوستو میری لاش پر مت رونا - بلکہ خوش ہونا - صداقت کے ساتھ جان کی قربانی کرنا خوشی کا مقام ہے -

ملاقات ختم ہونے پر نعرہ تکبیر لگایا ملاقاتیوں نے بھی نعرہ لگایا - اور آخر وقت تک نہایت خوشی خوشی سزا کو قبول کیا -

احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنی رحمت اور مغفرت کی گود میں لے لے - اور بلند درجات عطا فرمائے

یہاں یہ ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ مرحوم نے اپنی غلطی کا احساس کرکے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور معافی کی درخواست ارسال کی تھی اس کا جواب جو حضور کی طرف سے مرحوم کو بھیجا گیا تھا - اور جسے مرحوم کے ایک دوست نے مرحوم سے حاصل کرلیا - اور پھر فریم کرا کر اپنی دکان میں لٹکا رکھا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از دفتر پرائیویٹ سیکرٹری قادیان

مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۲۵ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا - بعد ملاحظہ حضور نے فرمایا - کہ اصل معافی تو اللہ تعالےٰ کی ہے - باقی جس قدر مجھے آپ کے فعل سے تکلیف ہوئی ہے - اسے معاف کرتا ہوں - اللہ تعالےٰ بھی آپکو سچی توبہ کی توفیق دے اور اس دنیا کی تکلیف کا اگلے جہان میں بدلہ دیدے - والسلام - خاکسار یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۲۹

انجمن احمدیہ حلقہ فیض اللہ چک و تھہ غلام نبی کا تبلیغی جلسہ

انجمن احمدیہ حلقہ فیض اللہ چک کے زیر اہتمام ایک تبلیغی جلسہ مورخہ ۱۲-۱۳ جون کو کرنے کا انتظام کیا گیا ہے - جس میں مرکز سے (۱) چوہدری فتح محمد صاحب سیال - ایم - اے (۲) سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ (۳) مولوی عبد المغنی خاں صاحب ناظر دعوت وتبلیغ (۴) مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل مبلغ بلاد عربیہ (۵) مولوی محمد یار صاحب سابق مبلغ لندن (۶) مولوی دل محمد صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ (۷) مولوی محمد شریف صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ (۸) گیانی واحد حسین صاحب (۹) مہاشہ محمد عمر صاحب شرما - ومولوی محمد اعظم صاحب ودیگر علماء کرام وبزرگان عظام بھی تشریف لا دینگے -

تمام احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ تاریخ مقررہ پر پہنچ کر جلسہ کو رونق دیں - اور علماء کرام کی تقریروں سے مستفید ہوں -

نوٹ: - قیام وطعام کا انتظام جماعت احمدیہ حلقہ فیض اللہ چک کے ذمہ ہوگا دیگر جماعت ہائے احمدیہ ضلع گورداسپور وقریب کے اضلاع سے بھی جو دوست تشریف لاسکیں گے انشاء اللہ ضرور شریک جلسہ ہوں گے ۔ مہتمم تبلیغ ضلع گورداسپور

تحریک جدید سال چہارم کے چندہ کی فوری ضرورت اور دو سکرٹریوں کا انتخاب

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا تھا: -

"میں تمام جماعتوں کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ دو ہفتہ کے اندر اندر تمام پنجاب کی جماعتیں تحریک جدید کے دو سکرٹری مقرر کرکے مجھے اطلاع دیں - ایک مالی سیکرٹری اور ایک عام سیکرٹری - مالی سکرٹری چندہ کے جمع کرنے کا کام کرے - اور عام سکرٹری دوسری شرطوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ کرے - مالی سیکرٹری ہوسکتا ہے کہ موجودہ مالی سکرٹری ہی کو تجویز کردیا جائے - یہ اطلاعات فوراً مل جانی چاہئیں اور ان لوگوں کو فوراً چندوں کی وصولی کا کام شروع کردینا چاہیئے - اور میری منظوری کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے -

پنجاب کے باہر ہندوستان کے لئے ایک ماہ اور بیرون ہند کیلئے اڑھائی ماہ کی مہلت مقرر کی جاتی ہے - چونکہ تحریک جدید کو اپنے کاموں کیلئے فوراً روپے کی ضرورت ہے - سکرٹریوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ رقم جمع نہ رکھیں بلکہ ساتھ کے ساتھ فنانشل سکرٹری کے نام بھجواتے رہیں"

اس اعلان پر دو ماہ کا عرصہ گذر گیا ہے - مگر ابھی تک قریباً نصف جماعتوں

وصیتیں

نمبر ۵۰۶۸ منکہ فضل بی بی زوجہ چوہدری فتح محمد صاحب قوم جٹ عمر ۵۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن سٹھیالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸-۵-۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت جائیداد منقولہ حسب ذیل ہے۔ زیور طلائی لونگ وزن ۹ ماشہ قیمت عہ (۲) چوڑیاں وبند وچھنگن نقرہ وزنی ۹۳ تولہ قیمت مبلغ ۴۹ (۳) حق مہر جو اس وقت بذمہ شوہر ہے ۳۲ روپے۔ کل جائیداد قیمتی ۸۱ ہے۔ اس کی قیمت کا ۱/۱۰ حصہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس وصیت کا عملدرآمد میری وفات پر ہوگا۔ اس جائیداد کے علاوہ میری وفات کے وقت جسقدر میری جائیداد منقولہ غیر منقولہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔

الامتہ:۔ فضل بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ فتح محمد خاوند موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ نور محمد سٹھیالی۔ گواہ شد:۔ خورشید محمد سیکرٹری انجمن احمدیہ سٹھیالی کاتب شفیع محمد سٹھیالی۔

نمبر ۵۰۸۳ منکہ محمد اسماعیل فوق ولد مولوی فخر الدین صاحب پنشنر قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ چھیاسٹھ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ محمد اسماعیل فوق اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر سندول کوٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے حال وارد قادیان ۱۳-۵-۳۸۔ گواہ شد:۔ محمد یعقوب مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ۱۳-۵-۳۸۔ گواہ شد:۔ عطا محمد محرر صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۳-۵-۳۸

ریل - روڈ مشترکہ واپسی ٹکٹ

سری نگر (کشمیر) مری - ڈلہوزی - منڈی اور سلطان پور (کلو) یکم اپریل ۳۸ء سے این - ڈبلیو - آر کے تمام اہم سٹیشنوں پر مندرجہ بالا مقامات کے لئے ریل - روڈ مشترکہ واپسی ٹکٹوں کے ذریعہ براہ راست بکنگ کے لئے سہولتیں مہیا ہیں - نیز ای - آئی - جی - آئی - پی - بی - بی اینڈ سی آئی اور بی - این - ڈبلیو ریلوے کے بعض سٹیشنوں سے بھی کشمیر کے لئے ریل روڈ مشترکہ واپسی ٹکٹ مل سکتے ہیں -

پمفلٹ جس میں تمام تفاصیل موجود ہیں - مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں

ایجنٹ این - ڈبلیو - آر لاہور

از سیکرٹری مہاراجہ صاحب بہادر جسونت گڑھ

۱۰۹ ہمت نگر (براستہ احمد آباد) مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۸ء

میسرز گوبند رام کاہن چند انارکلی لاہور

جناب من

آپکے شربت بادام سپیشل کی چھ بوتل شریمان مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنے لاہور کے قیام کے دوران میں خرید کی تھیں - وہ انہوں نے بہت پسند فرمائی ہیں - مہربانی کر کے مزید بارہ بوتل بذریعہ پسنجر ٹرین بھیجدیں - اور ان کی بلٹی - بذریعہ وی - پی اپنی پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں -

آپ کا نیاز مند

این - ایس چوہان سیکرٹری

ہومیوپیتھی نشر و اشاعت کا واحد ماہوار اردو رسالہ

ہومیوپیتھک میگزین

سالانہ چندہ ایک روپیہ چار آنے

نمونہ مفت طلب کریں

مینیجر ہومیوپیتھک میگزین - ۳۹ میو روڈ لاہور

میری پیاری بہنو

میں آپ کی ہمدردی کی خاطر اشتہار دے رہی ہوں - کہ اگر آپ کے ماہواری بے قاعدہ ہیں - رک رک کر یا ماہواری درد سے آتے ہیں - سیلان الرحم یعنی سفید رطوبت کا اخراج ہوتا ہے - کمر درد سر درد کرتا رہتا ہے - قبض رہتی ہے - کام کاج کرتے وقت سانس پھول جاتا ہے - دل دھڑکنے لگتا ہے - چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا - طبیعت سست رہتی ہے - تو آپ میری خاندانی مجرب دوا بنام راحت سے فائدہ اٹھائیں - جو ماہواری خرابیوں کی حیرت انگیز اثر کرنے والی مفید دوا ہے - قیمت مکمل خوراک مع محصولڈاک ہے - قادیان میں ملنے کا پتہ - مولوی محمد یامین تاجر کتب

میرا پتہ :- ایچ نجم النساء بیگم احمدی بمقام شاہدرہ - لاہور